

الغزالی فورم کا ترجمان

افکارِ قاسمی



الغزالی فورم

www.algazali.org
qasmimag@gmail.com







افکار قاسمی اراکین

فہرست مضامین



مدیر کے قلم سے

اداریہ

دنیا بدل رہی ہے۔ ہر طرف افراتفری ہے، انتشار ہے، اور مسلمانوں پر غیر مسلم حکومتیں قائم ہیں۔ زمین لرز رہی ہے، دریا طغیان کر رہے ہیں، اناج کی کمی ہے، موسم کی شدتیں بڑھ رہی ہیں، مصائب اور پریشانیاں ہمارے دروازوں پر دستک دے رہی ہیں۔ مظلوم پکار رہے ہیں، ان کی صدائیں ہمارے دلوں کو جھنجوڑ رہی ہیں۔

ہمارے نوجوان غیر مسلموں کی طرزِ زندگی کے خواب دیکھ رہے ہیں، حبِ مال بڑھ رہا ہے، طاقت کا نشہ سر چڑھ کر بول رہا ہے، اچھے اور برے کی تمیز مٹتی جا رہی ہے۔ قرآن و سنت، نبی ﷺ کی ہدایات پس پشت ڈال دی گئی ہیں، اور بچوں کو دین سے دور کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ گھر بے سکونی کے مراکز بن گئے ہیں، اور ہم دنیا کے افسانوں میں غرق ہیں، آخرت کو بھول گئے ہیں۔

ہم کیوں نہیں سوچتے؟ کیوں ان خطرات کو معمولی سمجھتے ہیں؟ کیوں اپنی کمیونٹی، اپنے بچوں اور اپنے ایمان کی حفاظت نہیں کر رہے؟ آج دشمن یہ نہیں دیکھ رہا کہ ہم حنفی ہیں، شافعی ہیں یا حنبلی؛ وہ صرف دیکھتا ہے کہ کیا ہم محمد ﷺ کے غلام ہیں یا نہیں۔

سوشل میڈیا اور جدید ذرائع ہمارے نوجوانوں کے مستقبل سے کھیل رہے ہیں، اور ہمیں اس پر قابو پانے کی اشد ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے بچوں کو دین کی تعلیم دینا ہو گی، ان کے دلوں میں آخرت کا شعور پیدا کرنا ہو گا، اور انہیں اچھے اور برے کی پہچان سکھانی ہو گی۔

یاد رکھیں! ہم اس دنیا کے لیے پیدا نہیں ہوئے، بلکہ آخرت کے لیے۔ جب ہم قرآن و سنت کے مطابق زندگیاں گزارتے تھے، تو کامیابیاں ہماری تھیں، دشمن بے بس تھے، اور دنیا کے ہر بڑے برج کے تاج ہمارے قدموں میں تھے۔ لیکن جب ہم نے دین چھوڑا، رب نے ہمیں آزمائش میں مبتلا کر دیا اور غیروں کو ہمارے اوپر مسلط کر دیا۔

اب بھی وقت ہے۔ اب بھی موقع ہے۔ خدارا جاگو! اپنی زندگی کا مقصد یاد کرو، اپنے بچوں کو سنوارو، دین کی راہ اپناؤ اور امت مسلمہ کو دوبارہ مضبوط بناؤ۔

یہ وقت فکری جاگرتا کا ہے، ورنہ کل بہت دیر ہو جائے گی۔





درس قرآن



حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

امورِ انتظامیہ

جہاد وہ قوم کرسکتی ہے جو منظم ہو، ان کا آپس میں نظم ونسق درست ہو، بکھری اور منتشر قوم اندرونی خلفشار کی وجہ سے آپس میں اُلجھی رہتی ہے۔ دشمن کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اس واسطے اس سورۃ میں امورِ انتظامیہ کا بیان ہے۔

انتظامی امر اول(۱): "یاایھاالذین اٰمنواکتب علیکم القصاص" (۱۷۸)...

قصاص لیا کرو تاکہ ملک قتل وخونریزی سے محفوظ ہو جائے۔ قصاص کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے ساتھ وہی کچھ کیا جائے جو اُس نے دوسرے کے ساتھ کیا ہو۔ (کبیر ج ۲ ص ۱۵۰) قصاص صرف حکومت لے سکتی ہے، عوام کو اختیار نہیں کہ وہ اپنے مقتولین کا قصاص خود لیتے پھریں کیونکہ اس سے عداوتیں بڑھ جائیں گی اور ملک میں فساد شروع ہو جائے گا۔ حالانکہ قصاص سے مقصود اصلاح تھی۔ اسلام اعتدال کا مذہب ہے، اس واسطے اعتدال کا حکم دیا، اسلام سے پہلے تین بڑی قومیں آباد تھیں اور افراط وتفریط کا شکار تھیں۔ یہود کے ہاں قتل کی سزا صرف قتل تھا۔ دیت اور عفو نہیں تھا۔ نصاریٰ کے ہاں صرف عفوودرگذر تھا، بدلہ لینے کی اجازت نہیں تھی۔ مشرکینِ عرب میں اگرچہ عفوودیت دونوں موجود تھے لیکن ان میں یہ خرابی تھی کہ اگر معمولی وغریب آدمی قتل کردیتا کسی امیر کو تو اس کے عوض اس کے خاندان کے کئی قتل کردیتے اور معمولی



زخموں کی دگنی چوگنی دیت وصول کرتے وغیرہ۔ اسلام نے آکر اصلاح فرمائی۔ قصاص، دیت، عفو تینوں جائز ہیں لیکن امیر غریب کا کوئی فرق نہیں۔ سب کے لئے احکام ایک جیسے ہیں۔ احناف کے نزدیک تو آزاد اور غلام، عورت اور مرد کا کوئی فرق نہیں، اگر آزاد نے غلام کو قتل یا مرد نے عورت کو قتل کر دیا تو آزاد اور مرد سے قصاص لیا جائے گا۔

انتظامی امر ثانی(۲): "کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت" (۱۸۰)...

دوسرا امر انتظامی یہ ہے کہ میت کا ترکہ شریعت کے مطابق تقسیم کرو۔

وصیت کرتے وقت تمام ورثاء کا خیال رکھے، کسی پر ظلم نہ ہو، کسی کا حق مارا نہ جائے، اسی طرح وصیت کے بعد اُس میں ردّ و بدل نہ کیا جائے ورنہ بدلنے والے گناہ گار ہوں گے۔ جھگڑا ابھی پیدا ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر وصیت کرنے والے نے غلطی کی ہو، شریعت کے مطابق وصیت نہ کی ہو تو پھر اس کی وصیت کو شریعت کے مطابق کیا جا سکتا ہے، اس میں نہ گناہ ہے نہ فساد، بلکہ اصلاح ہے، اس کا نتیجہ اچھا نکلے گا۔

انتظامی امر ثالث(۳): "ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل" (۱۸۸)...

غیر شرعی اور حرام طریقہ سے ایک دوسرے کا مال مت کھاؤ، کیونکہ حرام مال کھانے سے دل میں سیاہی اور سختی پیدا ہوتی ہے اور آپس میں ایک دوسرے سے نفرت اور بغض پیدا ہوتا ہے تو پھر تم متفق ہو کر دشمن کا مقابلہ اور جہاد کس طرح کرو گے؟ اس کے مقابلے میں حلال مال سے نورانیت اور قوت پیدا ہوتی ہے، محبت کے جذبات اُبھرتے ہیں، اتفاق پیدا ہوتا ہے۔

باطل کا معنی غیر شرعی طریقہ جس کی شریعت اجازت نہ دے۔ "کل مالم یأذن باخذہ الشرع" (روح المعانی ج ۲ ص ۷۰) اس تفسیر کے مطابق توحید اور حق چھپانے کی بنا پر جو نذریں اور تحفے وصول ہوتے ہیں سب باطل اور حرام ہیں، اسی طرح رشوت، جھوٹے مدعی کی وکالت اور غیر شرعی پیشوں کی کمائی سب باطل ہیں اور کھانے سے مراد لینا اور قبضہ کرنا ہے، "المراد من الاکل الاخذ والاستیلاء" (روح المعانی)

انتظامی امر رابع(۴): "ولا تجعلوا اللّٰہ عُرضَۃً" (۲۲۴)...

جب بیویاں حیض سے پاک ہو جائیں تو اُن سے مخالطت کرو، اگر صحبت نہ کرنے کی قسم کھالی ہو تو بھی قسم توڑ دو اور صحبت کرو، قسم توڑنے کا کفارہ دے دو۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ کسی نیک کام کے نہ کرنے پر قسم کھالیتے تو پھر اُس کی پابندی کرتے جس سے انتظامی امور میں تعطل پیدا ہو جاتا، اس واسطے اس سے منع فرمایا۔ مثلاً لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کرنے کی قسم اٹھالیتے یا دو جھگڑا کرنے والوں کے درمیان صلح نہ کرانے کی قسم کھاتے یا بیویوں سے صحبت نہ کرنے کی قسم اٹھالیتے وغیرہ۔

انتظامی امر خامس(۵): "لِلَّذین یؤلون من نسآئھم" (۲۲۶)...



پانچواں امر انتظامی ایلاء کے بارے میں ہے کہ جاہلیت میںلوگ بیویوں کی اگر کوئی بات ناپسند کرتے تو اس کے ساتھ خاوند ایلاء کرتا، یعنی صحبت نہ کرنے کی قسم اٹھالیتا، پھر اس سے صحبت نہ کرتا، اس کی مدت بھی کوئی مقرر نہ ہوتی جس کی وجہ سے خاوند اس سے ہمیشہ تعلق منقطع رکھتا، دوسری طرف وہ بیوی لٹک جاتی۔ نہ یہ بیوی بنا کر رکھتا ہے اور حقِ زوجیت ادا کرتا اور نہ وہ عورت کسی اور سے نکاح کر سکتی اور جھگڑے پیدا ہوتے اور امورِ انتظامیہ میں خلل واقع ہوتا۔ شریعت نے اصلاح فرمائی کہ ایلاء کی صورت میں چار ماہ تک مہلت ہے، اگر چار ماہ میں غور و فکر کر کے رجوع کر لے، قسم توڑ دے تو طلاق نہیں ہوگی، قسم کا کفارہ دے دے۔ جو اس نے عورت پر زیادتی کی، بلاوجہ تکلیف پہنچائی اور قسم توڑی، اللہ یہ تمام گناہ معاف کر دیں گے اگر چار ماہ میں رجوع نہ کیا تو طلاق بائنہ واقع ہو گی۔

غفلت کی حالت میں سونا!

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص (سونے کے لیے) بستر پر لیٹے اور اللہ تعالی کا ذکر نہ کرے تو یہ اس کے لئے قیامت کے دن حسرت و ندامت کا باعث ہو گا۔“

(سنن أبي داؤد:5061 باب مَا يُقَالُ عِنْدَ النَّوْمِ, حديث حسن)






درس حدیث

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

عَنْ سَلْمَانَ وَلَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَ فَقَالَ اَیُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِیْ سَبَبْتُہٗ سَبَّۃً اَوْ لَعَنْتُہٗ لَعْنَۃً فِیْ غَضَبِیْ فَاِنَّمَا اَنَا مِنْ وُلْدِ اٰدَمَ اَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُوْنَ وَاِنَّمَا بَعَثَنِیْ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ فَاجْعَلْھَا عَلَیْھِمْ صَلٰوۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاللّٰہِ لَتَنْتَھِیَنَّ اَوْ لَاَکْتُبَنَّ اِلٰی عُمَرَ۔ (۲/۲۹۲)

حضرت سلمان ص فرماتے ہیں تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ علیہ السلام نے خطبہ دیا اور اس میں فرمایا اپنی امت میں سے جس آدمی کو میں برا بھلا کہوں یا غصہ کی حالت میں اسے لعنت کروں تو آخر میں بھی اولاد آدم سے ہوں مجھے بھی غصہ آتا ہے جیسے دوسرے لوگوں کو آتا ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے (اے اللہ) میری اس لعنت کو اس کے حق میں قیامت کے دن رحمت بنا دینا۔ خدا کی قسم (اے حذیفہ) باز آجاورنہ میں حضرت عمر ص کو شکایت لکھ بھیجوں گا۔

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت حذیفہ مدائن میں تھے اور حضور علیہ السلام کی وہ حدیثیں بھی لوگوں کو سنایا کرتے جو آپ علیہ السلام نے حالت غضب میں لوگوں سے کہیں تھیں کچھ لوگ حضرت سلمان کے پاس آئے اور حضرت حذیفہ سے سنی ہوئی حدیثیں ان کے سامنے ذکر کیں تو حضرت سلمان نے فرمایا حذیفہ جو کہے میں اسے خوب جانتا ہوں۔ یہ لوگ واپس آئے اور حضرت حذیفہؓ سے کہا کہ حضرت سلمانؓ نے نہ

آپ کی باتوں کی تصدیق کی ہے نہ تردید۔ تو حضرت حذیفہؓ حضرت سلمانؓ کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ اپنی کھیتی میں مصروف تھے۔ علیک سلیک کے بعد کہا: "اے سلمانؓ میں نے جو حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر بیان کی ہیں آپ کو ان کی تصدیق کرنے سے کیا چیز مانع ہے تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا آپ علیہ السلام ناراض بھی ہوتے اور حالت غصہ میں لوگوں سے کچھ کہتے اس طرح آپ خوش ہوتے اور خوش طبعی میں لوگوں سے کچھ کہتے۔ آپ باز نہیں آئیں گے یہاں تک کہ بعض لوگوں کی بعض کے ساتھ محبت اور بعض کی بعض کے ساتھ ناراضگی پیدا کر دیں اور یہاں تک کہ لوگوں میں اختلاف اور تفرقہ واقع کر دیں حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ انے خطبہ دیا (اوپر متن حدیث بمع ترجمہ کے آگئی ہے)

اس حدیث سے معلوم ہوا آپ علیہ السلام کامل انسان تھے انسانی صفات غصہ، ناراضگی، خوشی و محبت وغیرہ بھی آپ پر وارد ہوتے تھے یہ دین کے خلاف نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا ہر سنی ہوئی بات ہر جگہ بیان نہ کی جائے اگرچہ وہ بات سچی اور یقینی کیوں نہ ہو، ضرورت اور فائدہ کو بنیاد بنایا جائے کیونکہ موقع محل کے بغیر بیان کرنا بعض دفعہ نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔ اسی واسطے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کو ڈانٹ کر ایسی حدیثیں بیان کرنے سے روک دیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام کو امت سے بہت محبت وشفقت تھی اسی واسطے دعا کی یا اللہ اگر میں غصے وغیرہ میں ان میں سے کسی کو بد دعا کر دوں تو تُو اس کے حق میں اس کو رحمت بنا دینا۔

جیسا کہ ابوداؤد میں لمبی حدیث ہے کہ قتل کا مقدمہ آپ کی عدالت میں پیش ہوا آپ نے دیت کا فیصلہ فرمایا اور قاتل کے بارے میں آپ نے اس طرح بد دعا کر دی "اَللّٰھُمَّ لَا تَغْفِرْ لِمُحَلِّمٍ" (۲/۱۷۲) پھر اسی حدیث کے آخر میں آیا ہے آپ نے اس کے لئے دعا مغفرت کی "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قَدِ اسْتَغْفَرَ لَهٗ بَعْدَ ذَالِکَ"

یہ واقعہ بھی اپنے ضمن میں عجیب دلچسپی اور عبرت رکھتا ہے اس واسطے اس کا خلاصہ بیان کئے دیتا ہوں۔

حضرت محلّم بن جثامہ لیثی نے بنو اشجع کے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ دونوں مسلم تھے۔ یہ پہلا مقدمہ اس نوعیت کا دربارِ نبوی میں پیش ہوا۔ حضرت عیینہ ص مقتول کی طرف سے اور حضرت اقرع بن حابس قاتل کی طرف سے مقدمہ کی پیروی کر رہے تھے، آوازیں بلند ہو رہیں تھیں آپ علیہ السلام نے عیینہ سے فرمایا آپ قصاص کے بدلے دیت نہیں قبول کر لیتے؟ تو انہوں نے کہا نہیں یہاں تک کہ میں بھی ان کی عورتوں میں وہی حرب وحزن داخل کروں جو اس نے ہماری عورتوں پر ڈالا ہے، پھر کچھ آوازیں بلند ہوئیں آپؐ نے فرمایا کیا آپ دیت قبول نہیں کرتے؟ انہوں نے پھر بھی وہی جواب دیا۔ اتنے میں بنو لیث کا مُکَیتِل نامی شخص اٹھا، اسلحہ لگایا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں ڈھال تھی اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے جو

شروع اسلام میں کام کیا اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی بکری کسی کھیت میں چر جائے اُسے بھگا دیا جائے تو باقی بکریاں خود بھاگ جاتی ہیں (اس کا مقصد بھی قصاص تھا) دوسری مثال اس طرح ہے "اُسْنُنِ الْیَوْمَ وَغَیِّرْ غَدًا" آج ایک طریقہ جاری کریں کل اس کو بدل دیں، اس کا مطلب بھی قصاص ہے یعنی اگر آج دیت کا فیصلہ ہو تو کل قصاص کا فیصلہ کرنا مشکل ہو گا یا پھر آج ایک مقدمہ میں دیت کا فیصلہ ہو کل کسی دوسرے

مقدمہ میں قتل کا فیصلہ ہو تو یہ پہلے فیصلے کے خلاف ہو گا۔ بہر حال آپ انے دیت کا فیصلہ فرمایا کہ پچاس اونٹ فوراً اور پچاس مدینہ منورہ میں پہنچ کر مقتول کے وارثوں کو دے دیئے جائیں۔

ادھر قاتل محلّم گندمی رنگ کا طویل القامت شخص لوگوں کے کنارے بیٹھا تھا آہستہ آہستہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور اس کی آنکھوں میں آنسو بہہ رہے تھے آپ نے فرمایا تونے شروعِ اسلام میں یہ کام کیا؟ اس نے کہا یارسول اللہ! میں توبہ کرتا ہوں، آپ میرے لئے دعا مغفرت کریں۔ آپ اغصہ میں تھے فرمایا اے اللہ! محلم کو مغفرت نہ کرنا، بعد میں مغفرت کی دعاء کی۔

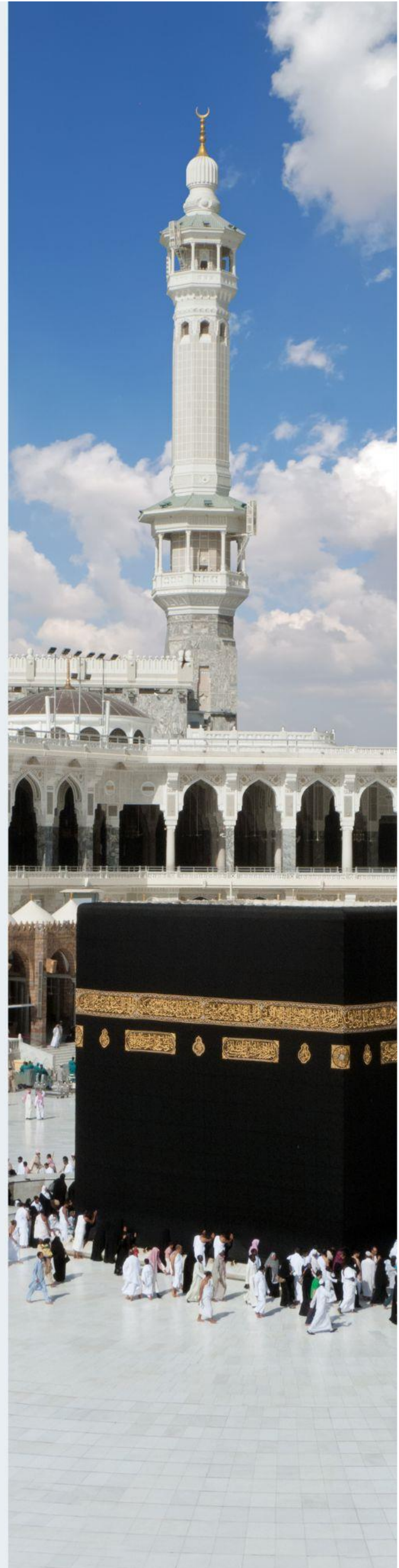


- والدین کے ساتھ بیٹھو! باتیں کرو!
ایک دن وہ خود بخود خاموش ہو جائیں گے!
- انہیں آزاد چھوڑ دو! خرچ کرنے دو! اپنی مرضی سے جینے دو!
ایک دن وہ تمہارے لیے سب کچھ چھوڑ جائیں گے!
- انہیں بار بار نہ ٹوکو! وہ اپنی باتیں دہراتے رہیں!
ایک دن تم ان کی آواز سننے کے لیے ترس جاؤ گے!
جب وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائیں گے!
- جتنا ہو سکے ان کی دعائیں لو! جھک کر، پاؤں چھو کر،
ایک دن وہ خود بخود تصویر بن جائیں گے!
پھر تمہارے معافی مانگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا!

حمد باری تعالیٰ

محمد داؤد الرحمن علی

وہیں جھکے گا یہ سر ہمارا
کہ جس کے دم سے یہ سب جہاں ہے
جمالِ ہستی اُسی کا جلوہ
اُسی کے نور سے کہکشاں ہے
وہیں جھکے گا یہ سر ہمارا
کہ جس کے دم سے یہ سب جہاں ہے
جو شب کو دن میں بدل دے یکدم
خزاں کو کر دے جو گلستاں ہے
وہیں جھکے گا یہ سر ہمارا
کہ جس کے دم سے یہ سب جہاں ہے
یہ چاند تارے، یہ سب نظارے
فنا پذیر ہیں، وہ جاوداں ہے
وہیں جھکے گا یہ سر ہمارا
کہ جس کے دم سے یہ سب جہاں ہے
داؤد کو بھی رکھنا اپنی رحمت کے سائے میں
کہ جس کے دم سے یہ سب جہاں ہے
وہیں جھکے گا یہ سر ہمارا
کہ جس کے حکم سے یہ سب جہاں ہے



نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد داؤد الرحمن علی

بن دیکھے محمدؐ پہ نثار یہ زمانہ ہے
ہر صاحبِ ایماں کے دل میں یہ فسانہ ہے
آنکھوں نے نہ دیکھا ہے، مگر دل نے انہیں پایا ہے
اس عشقِ محمدؐ میں ایماں ٹھکانا ہے
روضہ ہے نبیؐ کا وہ جنت کا نظارہ ہے
اس در پہ جو جھکتا ہے، رحمت کا خزانہ ہے
جس دن سے محمدؐ کا نغمہ لبوں پر ہے
اس دن سے مقدر بھی اوجِ زمانہ ہے
اک جنبشِ انگشت سے مہتاب بکھر گیا
ہر معجزہ برحق ہے، انداز سہانا ہے
کچھ بھی تو نہیں داؤد کے نامہ اعمال میں میرے مولا
سرکارؐ کی مدحت ہی بخشش کا بہانہ ہے







حضرت مولانا سمیع الحقؒ

محمد داؤد الرحمن علی

تعارف

مولانا سمیع الحق برصغیر کے ممتاز عالمِ دین، محدث، مدرس اور سیاسی رہنما تھے۔ آپ کو علمی حلقوں میں "شیخ الحدیث" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپ نے اپنی زندگی دینی علوم کی تدریس، دینی مدارس کی خدمت اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے وقف کر دی۔ آپ کی شخصیت علم، تقویٰ اور خدمتِ دین کا حسین امتزاج تھی۔

نام ونسب

حضرت مولانا سمیع الحقؒ کا پورا نام مولانا سمیع الحق بن مولانا عبد الحق تھا۔ آپ ایک نہایت علمی اور مذہبی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم مولانا عبد الحق ایک جید عالمِ دین تھے اور انہوں نے مشہور دینی ادارہ دار العلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی۔

پیدائش

مولانا سمیع الحقؒ کی پیدائش 18 دسمبر 1937ء کو اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ، صوبہ خیبر پختونخوا، پاکستان میں ہوئی۔ آپ کی پرورش ایک ایسے ماحول میں ہوئی جہاں علمِ دین اور دینی اقدار کو بہت اہمیت حاصل تھی۔

تعلیم وتربیت



مولانا سمیع الحقؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر اور مدرسہ میں حاصل کی۔ بعد ازاں انہوں نے دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا جہاں انہوں نے قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر اور عربی ادب جیسے اہم علوم حاصل کیے۔ اساتذہ کی نگرانی اور دینی ماحول نے آپ کی شخصیت کو علمی اور روحانی اعتبار سے مضبوط بنایا۔

تعلیم سے فراغت

درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد مولانا سمیع الحقؒ نے اسی ادارے میں تدریس کا آغاز کیا۔ اپنی علمی قابلیت اور محنت کی بدولت وہ جلد ہی مدرسہ کے نمایاں اساتذہ میں شامل ہوگئے اور بعد میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔

اساتذہ

مولانا سمیع الحقؒ نے متعدد جید علماء سے علم حاصل کیا جن میں نمایاں نام یہ ہیں:

- مولاناعبدالحق
- مولاناعبدالحق حقانی
- مولانامحمد اسلم

ان اساتذہ نے آپ کی علمی تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔

خدمات

مولانا سمیع الحقؒ کی زندگی دینی خدمات سے بھرپور تھی۔

آپ نے طویل عرصہ تک دارالعلوم حقانیہ میں حدیث کی تدریس کی۔

ہزاروں طلبہ نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا اور دنیا کے مختلف ممالک میں دین کی خدمت کر رہے ہیں۔

آپ جمعیت علمائے اسلام (س) کے سربراہ بھی رہے اور ملکی سیاست میں بھی فعال کردار ادا کیا۔

آپ نے دینی مدارس کے استحکام اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے اہم خدمات انجام دیں۔



شہادت

2نومبر 2018ء کو مولانا سمیع الحق کو راولپنڈی میں نامعلوم افراد نے حملہ کر کے شہید کر دیا۔ آپ کی شہادت کی خبر سے پورے ملک میں غم کی لہر دوڑ گئی۔

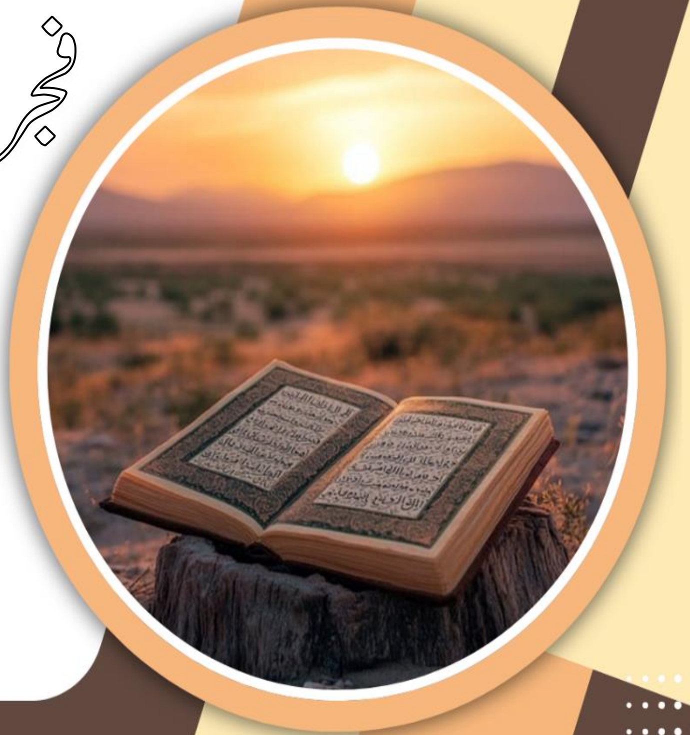
وفات اور تدفین

آپ کی نماز جنازہ اکوڑہ خٹک میں ادا کی گئی جس میں ہزاروں علماء، طلبہ اور عوام الناس نے شرکت کی۔ بعد ازاں آپ کو وہیں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

مولانا سمیع الحقؒ کی زندگی علم، تقویٰ اور خدمتِ دین کا روشن باب ہے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی اسلام کی خدمت اور دینی تعلیم کے فروغ کے لیے وقف کر دی۔ ان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی اور آنے والی نسلیں ان سے رہنمائی حاصل کرتی رہیں گی۔



فجر کے بعد سورۂ انعام پڑھنے والا خالی ہاتھ نہیں رہتا



محمد حفص فاروقی

(1) حاکم نے نقل کیا ہے کہ جب سورۂ انعام اتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوشی کی وجہ سے) سبحان اللہ کہا، پھر فرمایا کہ اس سورت کے ساتھ اتنے فرشتے آئے کہ آسمان کے کنارے کو ڈھانک لیا۔ (حصن حصین)

(2) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فجر کی نماز جماعت سے پڑھتا ہے اور اسی جگہ بیٹھ کر سورۂ انعام کے شروع سے تین آیتیں پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر فرشتوں کو مقرر فرما دیتا ہے۔ یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کے لیے قیامت تک دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔ (در منثور، ج 3، ص 3، دیلمی)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن جنت سے) ایک پکارنے والا پکارے گا: اے سورۂ انعام کے پڑھنے والو! سورۂ انعام اور اس کی تلاوت سے محبت رکھنے کے بدلے تم جنت میں آجاؤ۔ (در منثور، ج 3، ص 3، دیلمی)

(4) حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نمازِ فجر پڑھ کر سورۂ انعام کے شروع سے وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ تک پڑھتا ہے، اس کے یہاں چالیس ہزار فرشتے اترتے ہیں۔ اس کے لیے چالیس ہزار فرشتوں کی عبادت کا

ثواب لکھا جاتا ہے، اور اس کے پاس سات آسمانوں کے اوپر سے ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ لوہے کا ایک ہتھوڑا ہوتا ہے۔ اگر شیطان اس کے دل میں کوئی بری بات ڈالتا ہے تو فرشتہ اسے اتنا زور سے مارتا ہے کہ اس کے اور اس شیطان کے درمیان ستر پردے حائل ہو جاتے ہیں۔ پھر جب قیامت کا دن ہو گا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں تیرا پروردگار ہوں اور تم میرے بندے ہو۔ تم میرے سایۂ رحمت میں چلو، اور کوثر سے پیو، اور سلسبیل سے غسل کرو، اور بلا حساب و عذاب جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (تفسیر قرطبی و در منثور، ج 3، ص 3، دیلمی سلفی)

پیشہ ورانہ اور قائدانہ صلاحیت کے حامل افراد

اُمّت کا سرمایہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح ہیں، جاہلیت میں ان کے قابل اور بہتر لوگ اسلام میں بھی بہتر ہی شمار ہوں گے بشرطیکہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرلیں۔"

(صحيح مسلم:2638، باب الارواح جنود مجندة)

دین کی سمجھ حاصل کرنا تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے بالخصوص ایسے لوگوں کے لیے دین کا سیکھنا بے حد ضروری ہے جو باصلاحیت ہوں، اعلیٰ مناصب پر فائز ہوں اور قائدانہ اُمور سرانجام دے رہے ہوں۔

دین کے حوالے سے

ہماری سوچ

 حافظ عبد الرحمن

مصر کے مشہور عالم شیخ محمد غزالی اپنی کتاب ''تأملات فی الدین والحیاۃ'' میں لکھتے ہیں:

مصر میں ایک نہایت امیر شخص کا بیٹا ضعفِ بصر کا شکار تھا۔ اس کا علاج شروع ہوا مگر ڈاکٹروں کی تمام تر کوشش کے باوجود اس کی آنکھ کی بینائی کم ہوتی چلی گئی۔ وہ وقت بھی آیا کہ اس کی بینائی اتنی کمزور ہو گئی کہ وہ روشنی اور اندھیرے میں تمیز نہیں کر سکتا تھا۔ والدین کے دل پر جو گزرتی ہو گی، اس کا اندازہ قارئین خوب کر سکتے ہیں۔

اس بچے کا والد ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ ارد گرد کافی لوگ جمع تھے۔ گفتگو کا رخ بچے کی بینائی کی طرف مڑ گیا۔ بچے کے باپ نے کہا: میں نے اس بچے کو دین کے لیے وقف کر دیا ہے۔ اسے اب قرآنِ کریم حفظ کروائیں گے اور حفظ کے بعد عالمِ دین بنانے کے لیے اسے یونیورسٹی میں داخل کروائیں گے۔ لوگوں نے اس کی خوب تحسین کی کہ دیکھیں، ان کو اسلام سے کتنی محبت ہے کہ اپنے بیٹے کو اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا ہے۔

بچے کے لیے ایک مشہور قاری و حافظِ قرآن کا بندوبست کیا گیا، جو صبح و شام بچے کو حفظ کراتا اور قرأت سکھاتا۔ کچھ ہی مدت میں بچے نے کافی سورتیں حفظ کر لیں اور تلاوت میں تو اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔



ادھر اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کی آنکھیں ٹھیک ہونا شروع ہو گئیں۔ ڈاکٹروں نے ایک مرتبہ پھر اس پر بھرپور توجہ دی۔ قدرتِ الٰہی بھی مہربان ہو گئی۔ چنانچہ بچے کی بصارت بتدریج واپس آگئی اور اب وہ بالکل تندرست تھا، اس کو عینک کی بھی ضرورت نہ تھی۔

ادھر بچے کے والد نے مختلف انداز سے سوچنا شروع کر دیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اس نے تو اپنے بیٹے کو جامعہ ازہر کے لیے اس لیے وقف کیا تھا کہ وہ بڑی حد تک نابینا تھا۔ دراصل اس نے دینی تعلیم دلانے کا اہتمام تو ضعفِ بصر کی وجہ سے کیا تھا، بالکل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق: "وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُونَ"

اللہ کے لیے اس چیز کی نسبت کر دیتے ہیں جسے خود اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں۔ (النحل:٦٢)

اب وہ مسلسل سوچتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہیے، اور پھر وہی ہوا جو دنیادار کرتے ہیں۔ اس نے اپنے بیٹے کو دینی تعلیم سے نکال کر ایک انگلش اسکول میں داخل کر دیا۔

شیخ محمد غزالی لکھتے ہیں کہ یہ ہے مسلمانوں کا اپنے دین کے ساتھ تعلق اور رابطہ۔ دین کو حاصل کرنے کے لیے لوگوں کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جو خدانخواستہ بہرے، کانے اور نابینا بچے ہیں، ان کو تو دینی مدارس میں داخل کر دیا جائے، اور جو نہایت قابل اور ذہین بچے ہیں، ان کو اسکولوں، کالجوں میں داخل کر دیا جائے۔ حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ذہین اور سمجھ دار بچے دین کے عالم بنیں اور اسلام کی روشنی کو مزید عام کریں۔ (سنہرے اوراق)

مہنگائی کی لہر

تنگدستی سے حفاظت کی مسنون دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ
وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ أَنْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ

"اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ہر طرح کے فقر و فاقہ و محتاجی سے، مال و اسباب کی قلت سے اور ذلت سے، اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے" (سنن ابی داؤد: 1546)



حاسد کا انجام


محمد عبید اللہ صاحب

خلیفہ بغداد ''ابو جعفر منصور عباسی'' حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا انتہائی معتقد تھا اور آپ کو سلطنت بھر کے علماء پر فضیلت دیتا تھا۔ امام موصوف کا اعزاز دیکھ کر محمد بن اسحاق (صاحبُ المغازی) کو حسد ہونے لگا۔ چنانچہ ایک دن انہوں نے دربارِ شاہی میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا کہ ''تجھ پر تین طلاق''، پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر کہا کہ ''ان شاء اللہ''، تو کیا اس عورت پر طلاق پڑ جائے گی؟

حضرت امام نے فرمایا کہ ہاں، ضرور طلاق پڑ جائے گی، اس لیے کہ اس نے ''ان شاء اللہ'' کو اپنے طلاق والے جملے سے الگ کر دیا، اس لیے یہ استثناء مفید نہیں ہو گا۔ یہ سن کر محمد بن اسحاق نے کہا کہ اے امیر المومنین! ذرا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کی جرأت دیکھیے کہ آپ کے دربار میں، آپ کے سامنے، آپ کے جدِ امجد حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مسلک کی مخالفت کر رہے ہیں۔ آپ کے جدِ امجد کا یہ قول ہے کہ ''ان شاء اللہ'' اگر کلام سے الگ کر کے کہا جائے، جب بھی یہ استثناء مفید ہوتا ہے۔

یہ سنتے ہی ابو جعفر منصور مارے غصے کے آگ بگولہ ہو گیا اور کہا کہ جی کیوں؟ ابو حنیفہ! تمہاری یہ جرأت ہے کہ تم میرے دربار میں میرے جدِ کریم کے قول کی مخالفت کرتے ہو؟ حضرت امام نے بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ امیر المومنین! حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کا مطلب کچھ اور ہے اور محمد بن اسحاق کا منشا کچھ اور ہے۔ محمد بن اسحاق یہ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی بیعت کر کے باہر نکلیں اور ''ان شاء اللہ'' کہہ دیں تو آپ کی بیعت ختم ہو جائے۔



یہ سنتے ہی ابو جعفر منصور مارے غصے کے سرخ ہو گیا اور جلادوں کو حکم دے دیا کہ محمد بن اسحاق کے لیے ان کی چادر کا پھندا ڈال کر گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور ان کو قید کر دو۔ (روح البیان، ج ۵، ص ۲۳۵)

حسد کتنی بری بلا ہے کہ محمد بن اسحاق جیسی شخصیت، جو فنِ مغازی کے امام کہلاتے ہیں، اس حسد کی نحوست سے دربارِ شاہی کی اعزازی کرسی سے جیل خانے کی ذلت میں گرفتار ہو گئے۔ اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذہانت اور دانائی بروقت ان کا دفاع نہ کرتی تو محمد بن اسحاق نے تو امام موصوف کے قتل ہی کا سامان کر دیا تھا۔ مگر یہ مثل کتنی سچی ہے کہ "چاہ کن راچاہ در پیش"، یعنی جو دوسروں کے گرنے کے لیے کنواں کھودتا ہے وہ خود ہی اس کنوئیں میں گر پڑتا ہے۔ اس لیے قرآنِ مجید میں مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ فرما کر حاسد سے خدا کی پناہ طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔



دنیا قید خانہ ہے



محمد عبد الوھاب

قاضی سہل محدث رحمۃُ اللہ علیہ ایک دن بڑے تزک و احتشام کے ساتھ گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ ناگہاں ایک حمّام سلگانے والا یہودی، جو دھوئیں اور غبار کی کثافت سے میلا کچیلا تھا، حضرت سہل رحمۃُ اللہ علیہ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا:

"قاضی صاحب! آپ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔ مجھے اس کا مطلب سمجھا دیجیے کہ آپ مومن ہو کر اس عیش و آرام اور کروفر کے ساتھ رہتے ہیں، اور میں کافر ہو کر اتنا خستہ حال اور آلام و مصائب میں گرفتار ہوں۔ میں یہ بات کسی طرح تسلیم کر لوں کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے؟"

قاضی سہل رحمۃُ اللہ علیہ نے برجستہ یہ جواب دیا:

"جب تو قیامت کے دن دوزخ میں جائے گا تو اس عذابِ جہیم کے لحاظ سے تیری یہی دنیا تیرے لیے جنت معلوم ہو گی، اور میں جب جنت کی بے شمار نعمتوں سے نوازا جاؤں گا تو میری یہی دنیا جنت کی عظیم نعمتوں کے مقابلے میں میرے لیے قید خانہ محسوس ہونے لگے گی۔" (روح البیان، ج2، ص204)



یہ ایک بہت ہی حکیمانہ فلسفہ ہے کہ ہر آرام اپنے سے بڑے آرام کے مقابلے میں تکلیف نظر آتا ہے، اور ہر تکلیف اپنے سے بڑی تکلیف کے اعتبار سے آرام دہ محسوس ہونے لگتی ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ تم اپنے سے کم تر لوگوں کے حال پر نظر رکھو تو تم شکر گزار بنے رہو گے۔



شرائط کا پورا کرنا لازم ہے



ام آسیہ صاحبہ

عبد الرحمن بن غنم اشعری کے والد صحابی تھے جنہوں نے ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی، جبکہ لیث اور ابن لہیعہ کے نزدیک عبد الرحمن بھی صحابی تھے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمن بن غنم کو فلسطین بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔ وہ راس التابعین مشہور ہوئے اور ۷۸ھ میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء، ج۳ ص۴۵ ۴۷)

عبد الرحمن بن غنم کا بیان ہے کہ ایک روز میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں اس طرح بیٹھا تھا کہ میرے گھٹنے ان کے گھٹنے سے لگے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا:

’’امیر المومنین! میں نے اس عورت سے شادی کی ہے۔ شادی کے وقت میں نے اس کی شرط قبول کی تھی کہ میں اسے اس کے گھر (میکے) میں رکھوں گا، اپنے گھر نہیں لے جاؤں گا۔ مگر اب جبکہ میرے گھریلو حالات اس کے گھر کے حالات سے بہتر ہیں تو کیا میں اسے اپنے گھر لے جا سکتا ہوں (جبکہ یہ انکار کر رہی ہے)؟‘‘

امیر المومنین نے جواب دیا: ’’اس عورت سے تم نے جس شرط کی بنیاد پر شادی کی تھی، اسے پورا کرنا تم پر لازم ہے۔‘‘

وہ کہنے لگا:



”هَلَكَتِ الرِّجَالُ إِذًا لَا تَشَاءُ الْمَرْأَةُ أَنْ تُطَلِّقَ زَوْجَهَا إِلَّا طَلَّقَت

(اگر فیصلہ یہی ہے)تب تو مرد لوگ ہلاک وبرباد ہو جائیں گے۔ کوئی عورت اپنے شوہر کو چھوڑنا نہیں چاہے گی مگر جب اپنی شرط پر بضد ہو جائے گی، تونہ چاہتے ہوئے بھی اپنے شوہر کو چھوڑ دے گی۔“

امیر المومنین نے فرمایا:

الْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ عِنْدَ مَقَاطِعِ حُقُوقِهِمْ

مسلمان اپنے حقوق کے ختم ہونے پر اپنی عائد کردہ شرائط ہی کے پابند ہوتے ہیں۔(أقضیۃ الخلفاء الراشدین، ص ۱۶۴؛ مصنف عبد الرزاق ۳۲۷،٦؛ مصنف ابن ابی شعبۃ ۴۹۹،۳)

نیکی پرخوشی، گُناہ پر استغفار!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَحْسَنُوْا اِسْتَبْشَرُوْا، وَإِذَا أَسَاءُوْا اِسْتَغْفَرُوْا

اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنا، جو نیکی کریں تو خوش ہوں اور برائی کریں تو استغفار کریں۔ (سنن ابن ماجہ، 3820 اسنادہ ضعیف)

ہر فن

مولا





رعنا دلبر صاحبہ

خلیفہ ٔبغداد "مہدیٰ" نے ایک مرتبہ اپنی سلطنت کے تمام باکمال ماہرینِ فنون کو جمع کیا اور ہر ایک کو دس دس ہزار درہم انعام تقسیم کرنے لگا۔ چنانچہ سب سے پہلے دربار میں قاریوں کو بلایا گیا تو تمام قاریوں کے ساتھ (عبد اللہ بن مسلم ہنرلی) بھی حاضر ہوئے اور دس ہزار درہم لے کر دربار سے باہر نکلے۔ پھر واعظین کو طلب کیا گیا تو عبد اللہ بن مسلم ان لوگوں کے ساتھ دربار میں داخل ہوئے اور دس ہزار درہم انعام وصول کیا۔ پھر نشانہ باز تیر اندازوں کی طلبی ہوئی تو عبد اللہ بن مسلم اس گروہ کے ساتھ بھی دربار میں گئے اور دس ہزار درہم لائے۔ پھر جب قوالوں اور ستار بجانے والوں کی دربار میں حاضری کی باری آئی تو عبد اللہ بن مسلم اس پارٹی کے ساتھ بھی دربار میں جا کر دس ہزار درہم پا گئے۔

الغرض ہر فن کے باکمالوں کے ساتھ دربار میں جاتے رہے اور انعام پاتے رہے، کیونکہ یہ ہر فن میں باکمال ہونے کی حیثیت سے مشہور تھے۔

خلیفہ مہدیٰ عبد اللہ بن مسلم کے اس کمالِ ہمہ دانی پر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے عبد اللہ بن مسلم جیسا (ہر فن مولا) آج تک کسی کو نہیں دیکھا۔ (مستطرف، ج 1، ص 21)



علمائے سلف میں ایسی بہت سی مثالیں ملیں گی کہ وہ چند علوم وفنون کے ماہر ہوتے تھے۔ اس سے علماءِ متقدمین کی جامعیت اور علوم وفنون کی تحصیل میں ان کی رغبت اور بے پناہ محبت کا اندازہ ہوتا ہے، جو دورِ حاضر کے علماء وطلبہ کے لیے تازیانۂ عبرت ہے۔



